کرنے کی کوشش کی، اُس کی تائید عوام سے حاصل نہیں کی گئی۔ یہ سب کچھ محض سیاسی مقاصد اور اقتدار کو طول دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ دورِ ضیاء الحق کے اثرات بالخصوص قانون کے میدان زیادہ نمایاں ہیں۔

جناب سسل چودھری نے سامعین کو بتایا کہ "دہشت پسند معاشرے کے تمام حصّوں کو ڈرا رہے ہیں۔ گزشتہ سال ہم نے قانون توہینِ رسالت کے خلاف مظاہرہ کیا جس میں ۲۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ ہر لحاظ سے امن و امان رہا اور حکومت نے خاموشی اختیار کی۔" اس کے بعد جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح چار سو افراد نے قانونِ توہینِ رسالت میں کسی بھی ترمیم کے خلاف مظاہرہ کیا تو حکومت نے فوراً اس بات کی تردید کی کہ قانون میں کوئی تبدیلی ہو رہی ہے۔

جناب جاوید جبّار کے خیال میں امتیازی سلوک کوئی نئی چیز نہیں۔ "اقوامِ متحدہ میں ۱۸۰ ممالک ہیں، مگر صرف پانچ ملک ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی تجویز کو مسترد کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ وسائل کس کے ہاتھ میں ہیں؟ اگرچہ ترقی پذیر ملکوں میں کہیں بڑی تعداد میں آبادی ہے، مگر اہمیت ترقی یافتہ ملکوں کو حاصل ہے جو دُنیا کے وسائل پر قابض ہیں۔ یہی صورت حال ملک کے اندر بلکہ مختلف مذاہب پر مبنی برادریوں کے اندر ہے۔ خود اقلیتی برادریوں کے اندر طبقاتی اور نسلی بنیادوں پر امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔"

"سوال و جواب" کے دوران میں ایک وکیل ایم - ایل - شاہانی نے کہا کہ اُنھیں ایک مقدّمے کے سلسلے میں فیڈرل شریعت کورٹ میں ایک اپیل دائر کرنا تھی، مگر اُنھیں بتایا گیا کہ وہ اپنے موکل کی طرف سے ایسا نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں جناب جاوید جبّار نے دستور کی دفعہ ۲۰۳ - ای کی ذیلی دفعہ ۴ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ کوئی غیر مسلم وکیل فیڈرل شریعت کورٹ میں مقدمہ نہیں لڑ سکتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کورٹ جس شخص کے بارے میں یہ سمجھتی ہے کہ وہ اسلامی قانون کے بارے میں اچھی طرح واقف ہے، اُسے مقدمے میں پیش ہونے کے لیے کہہ سکتی ہے۔"

جے - سالک کا ایک اور "ریکارڈ"

جناب جے - سالک کو وزیرِ اعظم بے نظیر بھٹو نے نوبل انعام کے لیے نامزد کیا اور مسیحی برادری کا ایک حصّہ اس پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ جناب جے - سالک انفرادیت قائم رکھنے اور خبروں کا موضوع بننے کا فن جانتے ہیں۔ محترمہ وزیرِ اعظم صاحبہ نے اپنے سفارشی خط میں بھی اُن کی "ڈرامائی" کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اور "ریکارڈ" قائم کیا ہے۔ ماہنامہ "مکاشفہ" (فیصل آباد) کے مدیرِ اعلیٰ جناب خالد رشید عاصی نے جے - سالک کے "نبوی کردار" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا

ہے۔

پچھلے دنوں جے۔ سالک نے قذافی سٹیڈیم [لاہور] میں ایک بہت بڑے اجتماع سے سولہ گھنٹے تک خطاب کیا۔ یہ اُن کا بین الاقوامی ریکارڈ ہے اور حیران کن بات ہے کہ لوگ بھی بیٹھے انہیں سنتے رہے۔ اس بڑے ہجوم میں پاکستان کے کونے کونے سے لوگ جمع ہوئے تھے۔۔۔۔ جے۔ سالک کی تصاویر لوگ ہوا میں لہراتے اور سینوں سے لگاتے تھے۔ یہ وہی غریب عوام ہیں جنہیں اپنے رہنما پر فخر ہے۔ جو بڑے بڑے پیٹ والوں کے نہیں، بلکہ بڑے ذہن والوں کے دلدادہ ہیں اور اُن سے محبت کرنے والے ہیں۔

اگر آپ کو کہیں جے۔ سالک کے ساتھ جانے اور ملنے کا اتفاق ہو تو یہ واحد وزیر ہے جس کے ساتھ کلاشنکوف والے محافظ نہیں ہیں۔ یہ وہ وزیر ہے جس نے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک وزیر رہوں گا، سادگی کی زندگی گزاروں گا۔ سادگی اور وزیر دو الٹ چیزیں ہیں۔

متفرق

ٹیورن کا "مقدس کفن" ایک بار پھر زیرِ بحث ہے۔

مسیحی نقطہ نظر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام تجہیز و تکفین کے تین دن بعد مُردوں سے جی اُٹھے تھے، جب کہ مسلم عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔ ٹیورن (اٹلی) میں محفوظ ایک کپڑے کے بارے میں کہا جاتا رہا ہے کہ یہ وہ کفن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردہ جسم کو لپیٹا گیا اور تدفین عمل میں آئی تھی اور اس کپڑے پر خون بہتے ہوئے جسم کی جو شبیہ بنی ہے، اُس سے بائبل کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کپڑے کی تاریخ لکھی گئی کہ یہ کپڑا کس طرح یروشلم سے سفر کرتے ہوئے یورپ پہنچا اور آخر میں ٹیورن کے ایک گرجا میں محفوظ کیا گیا۔ ماضی میں ہزاروں افراد اس کی زیارت کے لیے سفر کرتے رہے اور آج بھی کر رہے ہیں، تاہم ۱۹۸۸ء میں بین الاقوامی شہرت کے حامل سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے اثریاتی اور کیمیائی تحقیقات سے ثابت کیا کہ اس کی حیثیت قرونِ وسطیٰ کے ساختہ کپڑے سے زیادہ نہیں اور خوش اعتقاد لوگوں کے مذہبی جذبات سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی ہوشیار شخص نے حضرت مسیح کا جعلی کفن تیار کرنے کی کوشش کی۔ بعض مؤرخین کی تحقیق و مطالعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں حضرت مسیح کی طرف منسوب